عہدِ مغلیہ یورپی سیاحوں کی نظر میں

(سنہ ۱۶۱۶ء ــ سنہ ۱۶۱۹ء) قسط ۱۳

پروفیسر محمد عمر، شعبۂ تاریخ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

صوبہ داروں اور قاضیوں کے فرائض:

صوبہ دار فوجداری، موت اور زندگی سے معاملات کی دیکھ بھال کرتا تھا جب کہ قاضی لوگ آدمیوں میں معاہدوں، قرضوں اور لین دین کے معاملوں کو دیکھتے تھے۔ قرض داروں کو عہدہ داران قید کر لیتے تھے اور انھیں قاضی کی عدالت میں پیش کرتے تھے۔ ان کی ضمانتیں لی جاتی تھیں۔ اگر وہ مدعی کو مطمئن نہیں کر سکتے تھے تو انھیں قید میں ڈال دیا جاتا تھا۔ بارہا ایسا ہوتا تھا کہ قرض دہندہ کی رقم کو ادا کرنے کے لیے قرض داروں کو اپنی بیبیوں اور بچوں کو غلام کی حیثیت سے فروخت کرنا پڑتا تھا۔

بادشاہ کی نظر سے دور رہنے کے دوران داڑھی رکھنے کا ضابطہ:

روزانہ داڑھی منڈواکر مغل لوگ بہت صاف رہتے تھے لیکن اگر بادشاہ کے حکم سے انھیں "کسی دوسری جگہ کی حکومت پر" یا "کام پر" بھیجا جاتا تھا تو وہ لوگ اس وقت اپنی داڑھی نہیں بنواتے تھے جبتک کہ وہ دربار میں حاضر ہوں۔ جیسے ہی بادشاہ کی نظر ایسے لوگوں پر پڑتی تو وہ انھیں "بال بنوانے" کا حکم دیتا۔

وقت کے تعین کا طریقہ:

رات دن کو چار چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ اور ہر حصے کو "پہر" کہتے تھے۔

مزید براں ہر پہر کو آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا جن کو "گھڑی" کہتے تھے۔ ایک برتن سے دوسرے برتن میں پانی ٹپکا کر گھڑیوں کا اندازہ لگایا جاتا تھا۔ اس کام کی نگرانی کے لیے ایک آدمی تعینات کیا جاتا تھا۔ جب ایک گھڑا بالکل خالی ہو جاتا تو اسے دوبارہ بھر دیا جاتا۔ ہتھوڑے سے وہ گھڑیال کو بجاتا تھا۔ اس سے جو آواز نکلتی تھی وہ بہت دور تک سُنی جا سکتی تھی۔ گھڑیال عام نہیں تھے۔ نہ تو دھوپ گھڑیوں کا اور نہ ہی گھڑیوں کا کہیں نام و نشان مل سکتا تھا۔

(۴) فوجی پڑاؤ اور چھاؤنی

مغل فوجی چھاؤنی کا بیان:

"چھاؤنی" میں نصب کئے جانے والے خیموں کا عام طور پر لوگوں کے ملبوس کی طرح سفید رنگ ہوتا تھا۔ لیکن شہنشاہ کے خیمے کا رنگ سُرخ ہوتا تھا۔ دوسرے خیموں کے مقابلے میں اس خیمہ کو لمبی بلیوں میں لگایا جاتا تھا۔ یہ خیمہ چھاؤنی کے وسط میں لگایا جاتا تھا۔ اسے قنات سے چاروں طرف سے گھیر دیا جاتا تھا جس کی تقریباً دس فٹ اونچائی ہوتی تھی۔ یہ قنات مضبوط باریک چھینٹ کی بنی ہوتی تھی۔ اور اس کی کناریاں اسی کپڑے کی ہوتی تھیں۔ بینت کے ڈورے سے انھیں سختی سے آپس میں باندھ دیا جاتا تھا۔ سپاہیوں کا بڑا ایک فوجی دستہ رات دن سختی سے وہاں پہرہ دیتا تھا۔

ساری چھاؤنی کا بندوبست "اچھا" تھا۔ ہر ایک کے لیے جگہ "متعین" تھی۔ فاصلے اور مقام کا تعین بادشاہ کے خیمے سے کیا جاتا تھا۔ بادشاہ کے امرا اور ان کے فوجیوں کی بیبیاں اور بچے ان کے ہمراہ ہوتے تھے۔

پڑاؤ کے موقع پر شکار کھیلنا:

جس مقام پر پانی وافر دستیاب ہوتا تھا وہاں بادشاہ تین چار دنوں تک قیام کرتا تھا۔ دوران قیام میں بیشتر وہ کتوں، بازوں اور چیتے وغیرہ کو ساتھ لے کر شکار کھیلنے جایا

تھا۔ منڈو میں قیام کے دوران جہانگیر ہاتھیوں کے شکار کے لیے گیا تھا۔

شہنشاہ کا سفر؛

بادشاہ عام طور پر دس میل سے زیادہ سفر نہیں کرتا تھا بلکہ اس سے کم۔ مغل حرم کی مستورات یا تو سواری گاڑیوں، پالکیوں یا ہاتھیوں پر سفر کرتی تھیں۔ ان کے ساتھ خواجہ سرا اور سپاہی ہوتے تھے۔ وہ ان کے آگے کا راستہ صاف کرتے جاتے تھے۔

فوجیوں کا حلیہ؛

عام طور پر فوجی لوگ بڑی بڑی مونچھیں رکھتے تھے اور ان کے ٹھوڑی کے بال منڈے ہوتے تھے۔ وہ گھوڑوں پر چلتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اسلاح خانے سے گھرے ہوں۔ ٹیری نے ان الفاظ میں ان کے اسلاح کا ذکر کیا ہے "ان کے بائیں طرف کمر کی پیٹی سے تلواریں لٹکی ہوتی تھیں۔ ان کے نیچے تیروں کے بہت سے گٹھے ان کے بائیں کندھے پر چوڑی ایک ڈھال کسی ہوتی تھی اور ان کی پیٹھ میں چھوٹی بندوقیں اس طرح جمی ہوتی تھیں جیسے کہ قرابین ان کے دائیں طرف مغلف کمانیں اور نیزے (تقریباً ۲ ۱/۲ گز لمبے) ان کی رکاب کے قریب حلقوں میں لٹکے ہوتے تھے کیونکہ وہ انھیں اپنے ہاتھوں میں نہ لے جا سکتے تھے۔

فوجی گھوڑے؛

یہاں کے سپاہی اور بہت سے شرفاء اور اعلیٰ طبقے کے لوگ جو دربار میں رہتے تھے۔ گھوڑ سواری اور ان کے پالنے میں عمدہ ترین مہارت رکھتے تھے۔ مغل لوگ گھوڑ سواری اور ان کے جست اور خیز میں بہت اچھے تھے۔ وہ ان گھوڑوں کو پوری رفتار سے دوڑاتے تھے اور "ایک قدم چوڑی جگہ پر" انھیں روک لیتے تھے۔

ان کے گھوڑے عمدہ ہوتے تھے۔ بعض سیاہ فام، جبکہ بیشتر سفید۔ اور بڑی تعداد میں چتکبرے ہوتے تھے۔ جبکہ دوسروں کا رنگ بھڑکیلا ہوتا تھا۔ یہ دستور عام تھا کہ فوجی اپنے

گھوڑوں کے پیٹوں اور پیروں کو زعفرانی رنگ سے رنگ دیتے تھے۔ جنگی گھوڑوں کے بال "کاٹ" دیئے جاتے تھے۔ ان گھوڑوں کو راتب دینے اور دیکھ بھال کرنے کے لیے ایک آدمی ملازم رکھا جاتا تھا جو سائیس کہلاتا تھا۔ جب سوار گھوڑے پر چلتا تھا تو سائیس اس کے ساتھ دوڑ دوڑ کر چلتا تھا۔ انگلستان کی طرح ان کے گھوڑوں کے گلے میں "رسّی" نہیں باندھی جاتی تھی۔ ان کے پچھلے دونوں پیروں میں بڑی دو رسّیاں باندھ دی جاتی تھیں اور انھیں خیموں یا جہاں انھیں رکھا جاتا تھا، باندھ دیا جاتا تھا۔

وہ لوگ ان گھوڑوں کو کچا غلّہ (دانہ) کھلاتے تھے راتب خشک نہیں دیا جاتا تھا بلکہ اسے اُبال کر اور اس میں "گڑ" ملا کر کھلاتے تھے۔ راتب کے گولے بنا کر ان کے منہ میں ٹھونس دیتے تھے۔

ان کی کاٹھیاں عمدہ ہوتی تھیں، بعض بیش قیمت۔ انھیں بہت خوبصورتی سے سجایا جاتا تھا ان کی جھولیں بھی عمدہ ہوتی تھیں۔ وہ گھوڑے اور گھوڑ سوار دونوں کے لیے آرام دہ ہوتی تھیں۔ لگاموں اور ٹوپیوں کا رنگ بھی کاٹھیوں اور جھولوں کے رنگ کے مشابہ ہوتا تھا۔

ہاتھی:

تمام جانوروں میں ہاتھی ہی ایک ایسا جانور تھا جو سب سے زیادہ "سدھا ہوا" قدم رکھتا تھا۔ انھیں نہ تو کبھی گرتے یا لڑکھڑاتے ہوئے دیکھا گیا وہ اپنے سواروں کو کبھی بھی خطرے میں نہیں ڈالتے تھے۔ وہ ہاتھی اپنے مہاوتوں کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ اگر کسی شخص نے انھیں کسی کا حکم دیا جاتا تو وہ اس آدمی پر دوڑ پڑتے لیکن جب اس کے نزدیک پہونچتے تو رک جاتے۔ اگر کسی شخص کی تذلیل کرنے کا اسے حکم دیا جاتا تو وہ اس کے چہرے پر کیچڑ اور گندگی اچھالا کرنے لگتے۔ تیرنے اور نہانے میں انھیں بہت خوشی ہوتی۔ بدمستی کے وقت انھیں اپنے سے دور رکھا جاتا اور زنجیروں سے درخت سے باندھ دیا جاتا۔ اگر وہ کھل جاتے تو ان کے پٹاخوں کو چلا کر انھیں قابو میں کیا جاتا۔

جنگی مقاصد کے لیے ان میں سے بہتوں کی تربیت کی جاتی۔

تقریباً چھ فٹ لوہے کی بندوق وہ اپنے ساتھ لے جاتے جو لکڑی کے مربع نما خول کے اوپر

رکھی ہوتی تھی۔ وہ بندوقیں ان کے جسم سے مضبوط پٹیوں سے بندھی ہوتی تھیں۔ ان کو "اوپر نیچے" دونوں طرف چلایا جاسکتا تھا۔ اور مربع نما خول کے کناروں پر ریشمی چھوٹے جھنڈے پھیرا دئے جاتے تھے۔ ان کے اگلے حصّے میں مہاوت بیٹھتا تھا اور اس کے خول کے اندر بندوقچی ٹینس کی ایک گیند کے برابر بندوق کی گولیاں ہوتی تھیں۔

ہر ایک ہاتھی کے ساتھ چار ہتھنیاں ہوتی تھیں

جنگی اسلحات:

کمان، تیر، تلوار، ڈھال اور چھوٹے نیزے جنگی اسلحات میں استعمال کئے جاتے تھے بعض پیدل فوجی تیروں کمانوں، تلواروں اور ڈھالوں کے ساتھ ساتھ "چھوٹی بندوقیں" بھی ساتھ لے کر چلتے تھے۔ اور اچھے نشانہ باز تھے۔ توڑے دار اپنی بندوقوں کو وہ یا تو ماچسوں یا لکڑی کے سوختوں سے جلا کر چلاتے تھے۔ خم دار ان کی تلواریں بہت تیز ہوتی تھیں جو ٹوٹ تو جاتیں لیکن ٹیڑھی نہیں ہوتی تھیں۔ ان کے پاس اچھا بارود ہوتا تھا۔ (جنگی نغمہ کے لئے) وہ گھوڑوں پر رکھ کر نقارے بجاتے تھے۔ مزید براں ایک ہوائی بڑا باجہ ہوتا تھا جس سے ناخوشگوار آواز نکلتی تھی۔

(۵) امرار

جس طرح کا لباس "شرفار" پہنتے تھے اسی طرح کا امیروں کا لباس ہوتا تھا۔ ان کے جسم کے زیادہ تر حصے پر خالص سفید اور عمدہ چھینٹ کا لباس ہوتا تھا۔ موسم سرما میں ان کا لبادہ چھینٹ یا انگریزی نارنجی رنگ کے بڑے عرض کی نفیس سیاہ بانات کے کپڑے کا ہوتا تھا جس میں روئی بھری ہوتی تھی۔ نارنجی رنگ ایک ایسا رنگ تھا جس سے انھیں بڑی دلچسپی تھی۔ نارنجی رنگ انھیں بہت پسند تھا۔ کبھی کبھی ان کے لبادوں اور آستینوں دونوں میں رنگ برنگے تافتے یا طلائی یا نقرئی کپڑوں کے حاشیہ لگے ہوتے تھے۔ ان کے کالروں اور لبادوں کے بعض اوپری حصوں کو "کاریگری کی سلائی سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ سر پر امرار پٹکا باندھتے تھے"۔ وہ آدھا گز

لمبا چوڑا سفید یا رنگین کپڑا ہوتا تھا۔ بعض مرتبہ اس میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر رنگین ریشمی طلائی یا نقرئی ڈورے بُنے ہوتے تھے۔

داشتائیں:

وارث کے پیدا کرنے کے لیے ان میں سے بعض کے صرف ایک بیوی ہوتی تھی لیکن وہ داشتائیں رکھتے تھے۔ اس بیوی سے اس کا برائے نام تعلق ہوتا تھا لیکن وہ اس داشتہ یا طوائف سے محبت کرتا تھا۔ ٹیری رقم طراز ہے کہ "بعض مرتبہ ایک رنڈی باز کو یہ کہتے سنا گیا کہ وہ اپنی بیوی سے محبت نہیں کرسکتا چاہے وہ کتنی ہی دلکش اور قابلِ محبت ہو اور محض اس وجہ سے نہیں کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔ اگر وہ ایسی نہ ہوتی تو وہ ہر قیمت پر اس کی صحبت حاصل کرسکتا تھا۔ عیاشی ایک انسان کو بدکاری کی کس بلندی تک پہونچا سکتی تھی۔ حالانکہ اسے اپنی بیوی سے محبت کرنا چاہیئے اور یہ رشتہ بہت مضبوط ہوتا چاہیئے"

نکاحی بیوی کے سب سے بڑے بیٹے کو" بقیہ بیٹوں پر فضیلت حاصل ہوتی تھی"

دوسرے اُسے" بابا بھائی" کے نام سے مخاطب کرتے تھے۔

شہنشاہ کی تقلید!

شہنشاہ کے امرا شان وشوکت میں اس کی پیروی کرتے تھے۔ انگلستان سے للئے گئے ایک موتی کو ان میں سے کسی نے بارہ سو پونڈ" اسٹرلنگ" میں خریدا تھا۔ وہ موتی ناشپاتی کی شکل کا بڑا اور بہت خوبصورت تھا۔

وظائف!

مغل ایک امیر کا وظیفہ "بہت زیادہ ہوتا تھا" بادشاہ اسے دس لاکھ گھوڑوں کے رکھنے کے برابر سالانہ تنخواہ دیتا تھا۔ پیدل ایک سپاہی یا گھوڑ سوار کو تقریباً ۱۸ پونڈ اسٹرلنگ سالانہ

کی شرح سے تنخواہ دی جاتی تھی۔ "فی الحقیقت" یہ ہر سال ادا کی جاتی تھی بے حد" منظور نظر" امراء ان کو چھ ہزار گھوڑوں کی قیمت کے برابر تنخواہ دی جاتی تھی دوسرے بنیل امیر ایسے تھے جن کو پانچ ہزار گھوڑوں کے مطابق تنخواہ دی جاتی تھی۔ ان کے علاوہ بعض ایسے امیر تھے جن کی تنخواہ ۴ ہزار، ۳ ہزار اور دو ہزار گھوڑوں کے برابر تھی۔ ان سے یہ امید کی جاتی کہ وہ اپنے "گھوڑے ہمیشہ" تیار رکھیں۔ وہ امیر جس کا منصب ششش ہزاری یا پنج ہزاری تھا اسے ایک ہزار یا اس سے زیادہ بادشاہ کی ضرورت کے مطابق گھوڑے رکھنے پڑتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی اسی مناسبت سے گھوڑے تیار رکھنے پڑتے تھے۔ ٹیری نے لکھا ہے کہ "وہ لوگ اس قابل تھے کہ بیک وقت وہ گھوڑوں کی مقررہ تعداد فراہم کر لیتے تھے۔ جہاں کہیں بھی ہوں ان کے پاس ایک لاکھ گھوڑے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے موجود رہتے تھے۔

گھریلو ساز و سامان:

سب سے بڑے لوگوں کے گھروں میں لکڑی کا بہت کم سامان ہوتا تھا۔ ان کے گھروں کو نہ تو" پردوں" نہ ہی دیواروں پر خطوط بنانے کے علاوہ کسی دوسری چیز سے" آراستہ پیراستہ" کیا جاتا تھا۔ عمدہ ترین آراستہ پیراستہ مکانوں میں بہت سفید قلعی ہوتی تھی اور " ان پر بہت خوبصورت نقش و نگار بنائے جاتے تھے اور ان کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا تھا" کمروں میں کوئی ایسا کمرہ نہیں ہوتا تھا جس میں کرسیاں، اسٹول، صوفے، میزیں اور چارپائیاں ہوں جن پر غلاف لگے ہوں یا پردے پڑے ہوں۔ فرشوں پر عام طور پر عمدہ پلاسٹر ہوتا تھا۔ ان پر عمدہ ترین قالین بچھے ہوتے تھے۔ جن کی حفاظت کے لئے ان کے نیچے بعض بوریاں بچھا دی جاتی تھیں۔ ان کے خیموں کے فرش عمدہ مٹی کے بنے ہوتے تھے۔ جوتے اتار کر وہ قالین پر چلتے تھے۔

سونے کا طریقہ:

رات میں وہ لوگ قالینوں یا" روئی کے چوڑے گدّوں یا چھوٹی چارپائی پر سوتے

تھے: جو سوت کی رسیّوں سے بنی ہوتی تھیں۔ (نواڑ سے بنی ہوتی تھیں)"۔ طبری نے لکھا ہے کہ "جب کبھی وہ لیٹتے ہیں تو وہ لوگ پوری طرح سے دراز ہو کر لیٹتے ہیں اور سر کے نیچے کوئی تکیہ رکھتے ہیں۔ وہ چت لیٹتے ہیں"۔ ان میں سے بعض لوگ جھولے پر چارپائی رکھ کر سوتے ہیں۔ جھولے کی یہ رسیاں چارپائی کے چاروں پایوں سے باندھ دی جاتی تھیں"۔ انھیں نیند آنے کے لئے ان کے نوکر اس جھولے کو آہستہ آہستہ ہلایا کرتے تھے"۔

تفریح خانے:

اپنے باغوں یا کنجوں کو وہ لوگ اس کام کے لیے استعمال کرتے تھے۔ اس میں چھوٹا سا ایک انگور کا باغ ہوتا تھا، انار کے بہت سے درخت اور ہر قسم کے پھول اور پھلوں کے درخت ہوتے تھے۔ ان باغوں کے وسط میں ایک کنواں بنوایا جاتا تھا جسکی چوٹی درخت لگے ہوئے زمین کے مقابلے میں بہت زیادہ اونچی ہوتی تھی۔ وہاں تک تنگ نالیوں کے ذریعہ پانی لے جایا جاتا تھا۔ نہانے کے لئے انہوں نے "گول چھوٹے تالاب" بنوائے تھے۔ کنوؤں کے پانی سے ہودیوں کو بھرا جاتا تھا۔ ضرورت کے مطابق اُنہیں خالی کیا اور بھرا جاسکتا تھا۔ ان تک پانی پہونچانے کے لیے "چوڑی مینڈیں بنی ہوئی تھیں جن میں بہت سی نالیاں تھیں"۔ جب پانی بہتا تھا تو اس سے خوشگوار آواز پیدا ہوتی تھی۔ باغ میں واقع مکان کے قریب نہانے کے ان تالابوں کو بنایا گیا تھا۔ موسم گرما میں لوگ ان کے قریب چارپائیاں بچھا کر لیٹتے تھے۔

جسم کی مالش:

گرمیوں کے زمانے میں جب وہ لوگ قالینوں پر بیٹھتے یا لیٹتے تو "ہوا سے بھرے ہوئے چمڑے سے" مکھیوں کو اڑانے کے لئے نوکر رکھے جاتے تھے اس طرح وہ ٹھنڈک محسوس کرتے تھے۔ وہ لوگ حجاموں کو بھی بلاتے "جو ان کے بازوؤں، کندھوں اور جسم کے دوسرے حصوں کی جہاں تک ان کے ہاتھ پہونچ سکتے، آہستہ آہستہ مالش کرتے تھے۔ اور اسی طرح بڑی آہستگی سے ان حصوں کو اپنے ہاتھوں سے کوٹتے تھے"۔

(جاری)